سوال

(222) مولفۃ القلوب کی تحقیق ۔

جواب

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

قرآن میں زکوۃ کے جو آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں، ان میں سے ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہے، اس مصرف میں کس قسم کے لوگ آتے ہیں؟ کیا یہ مصرف اب بھی باقی ہے، یا آنحضرت ﷺ کے بعد ختم ہوچکا؟ نیز اس مصرف میں کفار بھی داخل ہیں یا نہیں۔ ؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

تالیف قلب کی معنی ہیں، دل موہنا اس حکم کا مقصد عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں، اور مال دے کر ان کے جوش عادت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو، اور وہ مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں، اور ان کی سابقہ عداوت یا کمزوریاں دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر ان کی مالی مدد نہ کی گئی، تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے، یا جو
لوگ خود تو پکے مسلمان ہوں، مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ ہدایت پر لانا اور پختہ کرنا مقصود ہو یا غیر مسلموں میں ایسے لوگ ہوں جن کے بارے میں تجربہ ہو کہ یہ لوگ نہ تعلیم و تبلیغ سے متاثر ہوں گے، آنحضرت ﷺ ان مذکورہ مقاصد کے لیے ہر وہ تدبیر کرتے ہیں، جس سے یہ لوگ متاثر ہو سکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مؤلفۃ القلوب میں داخل سمجھی جاتی ہیں، جن کو صدقات کا چوتھا مصرف سورۃ توبہ میں قرار دیا گیا ہے۔ (فقہ الزکوۃ ص ۵۹۵ ج ۲)
یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ نبی a کے زمانہ مبارک میں بہت سے لوگوں کو بطور تالیف قبل عطیے دیے گئے، لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ کے بعد بھی یہ مد باقی رہی یا ختم ہو گئی؟ اس میں علماء کے تین مسلک ہیں۔
ا... پہلا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہو گئی، اور کفار کے شر سے بچنے یا تو مسلمانوں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہو گئی، اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا، لہٰذا اب مؤلفۃ القلوب کو کچھ نہیں دیتا ہے، یہ رائے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی ہے، نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی یہی مقول منسوب ہے، (فتح القدیر للشوکانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳، ج ۲ ہدایہ ص ۱۸۲ ج الزکوۃ ص ۶۰۰ ج ۲)
ان حضرات کا استدلال اس واقعہ سے ہے کہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے ایک زمین آپ سے طلب کی۔ آپ نے ان کو عطیہ کا فرمان لکھ دیا، انہوں نے چاہا کہ مزید پختگی کے لیے دوسرے اعیان صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس فرمان پر گواہیاں ثبت کر دیں، چنانچہ گواہیاں بھی ہو گئیں، مگر جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی

کے لیئے گئے تو انہوں نے فرمان پڑھ کر اسے ان کی آنکھوں کے سامنے چاک کر دیا، اوران سے کہا کہ بے شک نبی ﷺ تم لوگوں کی تالیف قلب کے لیے تمہیں دیا کرتے تھے، مگروہ اسلام کی کمزوری کا زمانہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اس پر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر آئے، اور آپ کو طعنہ بھی دیا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ لیکن نہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے اس کا کوئی نوٹس لیا، اور نہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ہی کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ جلد نمبر ۲ بدائع الصنائع ص ۴۵ ج ۲۔ فقہ السنہ ص ۳۸۹ جلد نمبر ۱)

مذکورہ واقعہ سے حنفیہ اور بعض مالکیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب مسلمان کثیر التعداد ہوگئے، اوران کو یہ طاقت حاصل ہوگئی کہ اپنے بل بوتے پر کھڑے ہو سکیں، تو وہ سبب باقی نہ رہا جس کی وجہ سے ابتدائً مؤلفت القلوب کا حصہ رکھا گیا تھا، اس لیے باجماع صحابہ یہ ہمیشہ کے لیے منسوخ ہوگیا (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲) ردالمختار (ج ۲ ص ۸۲) میں ہے کہ جس علت کی بنا پر اس حکم کا اجراء ہوا تھا، وہ علت جب زائل ہوگئی تو اس پر مرتب ہونے والا حکم بھی ختم ہوگیا۔

احناف کے دلائل کا جائزہ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دلائل کے لحاظ سے یہ مسلک کمزور ہے، اور اجماع صحابہ اور نسخ کا دعوٰی غیر صحیح ہے۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ یوسف القرضاوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

((والحق ان کلا الامرین غیر صحیح فالنسخ لم یقع والحاجۃالی تالیف القلوب لم ینقطع اما دعویٰ النسخ بفعل عمر رضی اللہ عنہ فلیس فیہ ادنٰی دلیل فان عمر رضی اللہ عنہ انما حرم قوماً من الزکوٰۃ کانوافی عہد رسول اللہ ﷺ ورأی انہ لم یعد ھناک حاجۃ لتالیفھم وقد اعز اللہ الاسلام واغنی عنھم ولم یجار وزالفاروق الصواب فیما منع فان التالیف لیس وضعًاثابتا دائما ولا کل من کان مؤلفا فی عصر یظلل مؤلفا فی غیرہ من العصور)) (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۱ ج ۲)

''امر واقعہ یہ ہے کہ احناف کی دونوں دلیلیں صحیح نہیں ہیں، نہ نسخ واقع ہوا ہے، اور نہ ہی تالیف قلب کی علت منقطع ہوئی ہے، فعل فاروق رضی اللہ عنہ سے نسخ کا دعویٰ، اس بنا پر صحیح نہیں ہے کہ اس میں مذکورہ دعویٰ کے لیے کوئی ادنٰی دلیل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان لوگوں کو اس وقت حصہ سے محروم کیا تھا، جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے وظیفہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، اس بنا پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس میں راہ حق سے سر مو انحراف نہیں کیا، کیونکہ تالیف قلوب کا حصہ دائمی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ بات ہے کہ جو شخص ایک وقت تالیف قلب کا مستحق ہے، وہ ہر وقت ہی مستحق رہے۔''

لہٰذا اگر اسلامی حکومت تالیف قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے اس پر فرض نہیں کیا ہے کہ ضرور ہی اس مد میں کچھ نہ کچھ صرف کرے، لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ نے اس کے لیے گنجائش رکھی ہے، اسے باقی رہنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اجماع جس امر پر ہوا تھا، وہ صرف یہ تھا کہ ان کے زمانہ میں جو حالات تھے، ان میں تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینے کی وہ حضرات ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لیے یہ نتیجہ نکالنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے اجماع نے اس کو قیامت تک کے لیے ساقط کر دیا، جو قرآن میں بعض اہم مصالح دینی کے لیے رکھی گئی تھی۔

دوسرا مسلک:

یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ نہیں ہوا، اب بھی باقی ہے، لیکن اس مد سے صرف فاسق مسلمانوں کی تالیف کی جا سکتی ہے کفار کی نہیں، یہ رائے حضرت امام شافی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کی ہے۔ (فقہ السنۃ ص ۲۹۰ ج ۱، فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ تالیف قلب کے لیے کفار کو مال زکوٰۃ دینا آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت نہیں ہے، جتنے واقعات حدیث میں ہم کو ملتے ہیں، ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کفار کو تالیف قلب کے لیے جو کچھ مال دیا وہ مال غنیمت سے دیا کہ مال زکوٰۃ سے (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان سب لوگوں کے نام بالفعل گنائے ہیں، جن کو نبی ﷺ نے دلجوئی کے لیے مد صدقات سے حصہ دیا ہے، پھر بعد میں لکھتے ہیں:

((لم یثبت ان النبی ﷺ اعطی احداًا من الکفار للایلاف شیئاً من الزکوٰۃ)) (تفسیر مظہری)

''یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی کافر کو مال زکوٰۃ میں سے اس کی دلجوئی کے لیے حصہ دیا ہو۔''

قاضی صاحب کی تائید امام زمخشری کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف
صدقات کا بیان یہاں ان کفارو منافقین کے جواب میں آیا ہے، جو رسول اللہﷺ پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کرتے تھے، کہ ہم کو صدقات نہیں دیئے۔ اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان
کو بتلا دیا جائے کہ کافر کا کوئی حق مال صدقات میں نہیں ہے، اگر مؤلفۃ القلوب میں کافر بھی داخل ہوتے تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔ (تفسیر کشاف ص ۵۵۸ جلد نمبر ۱)
صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں جو مذکور ہے کہ آنحضرتﷺ نے صفوان بن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیئے تھے، تو اس کے متعلق امام نووی کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے نہ تھے، بلکہ غزوۂ حنین کے مال غنیمت کا جو خمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دیئے گئے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مد سے مسلم و غیر مسلم دونوں پر خرچ کرتا سب کے نزدیک جائز ہے، پھر فرمایا کہ امام بیہقی ابن سیدنا الناس۔ امام ابن کثیر وغیرہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطا مال زکوٰۃ سے نہ تھی، بلکہ خمس غنیمت سے تھی۔ (تفسیر مظہری)

۲ عام صدقات:

زکوٰۃ کے علاوہ عام صدقات کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، وہ مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دیئے جاسکتے ہیں، آنحضرتﷺ کا ارشاد ہے، ((تَصَدَّقُوا عَلٰی اَھْلِ الْاِیْمَانِ کُلِّھَا)) (مصنف ابن ابی شیبہ) یعنی ''ہر مذہب والے پر صدقہ کرو۔'' لیکن صدقہ زکوٰۃ کے بارے میں آنحضرتﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ((تُؤخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِہِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِ ھِمْ)) (صحیح بخاری ص ۱۸۷ جلد نمبر ۱) ''مال زکوٰۃ صرف مسلمانوں کے اغنیاء سے ہی لیا جائے، اور انہی کے فقراء پر صرف کیا جائے۔'' صحیح بخاری کی اس حدیث کی تشریح میں علامہ قسطلانی رقم طراز ہیں:
((والاضافۃ فی قولہ فقرائھم تفید منع صرف الزکوٰۃ للکافر)) (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ۳ ج ۳) یعنی ''حدیث میں لفظ فقراء کی جو اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دینی منع ہے۔'' اور حافظ ابن حجر رضی اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ((ان الزکوٰۃ لاتدفع الی الکافر لعود الضمیر فی فقرائھم الی المسلمین)) (فتح الباری ۱۰۳ ج ۴) ''مال زکوٰۃ سے کافر کو ہر گز نہ دیا جائے، کیونکہ حدیث میں فقرائھم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف عود کرتی ہے۔'' مال زکوٰۃ سے کافر کی اعانت کے سلسلے میں بعض حضرات نے اس واقعہ اس استدلال کیا ہے، جو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ان کی ماں کے درمیان پیش آیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی قتیلہ بنت عبد العزیٰ کافرہ تھیں اور ہجرت کے بعد مکہ ہی میں رہ گئیں تھیں، حضرت اسماء انہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مدینہ اور مکہ کے درمیان آمد ورفت کا راستہ کھل گیا، تو وہ بیٹی سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں، اور کچھ تحائف بھی لائیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت میں ہے کہ میں نے جا کر رسول اللہﷺ سے پوچھا اپنی ماں سے مل لوں؟ اور کیا میں ان سے صلح رحمی بھی کر سکتی ہوں؟ حضورﷺ نے جواب دیا ان سے صلح رحمی کرو۔ (صحیح بخاری ص ۸۸۴ ج ۲ مسلم ص ۳۲۴ ج ۱) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی مزید تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ماں سے ملنے کا انکار کر دیا تھا، بعد میں جب اللہ اور اس کے رسولﷺ کی اجازت مل گئی، تب وہ ان سے ملیں۔ (مسند احمد۔ ابن جریر) امام ابو داؤد نے اس حدیث پر یہ بات قائم کیا ہے، باب الصدقۃ علی اھل الذمۃ (ذمی کفار کو مال صدقات میں سے دینا) مگر اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا تھا، انہوں نے جو اپنی والدہ سے صلہ رحمی کی یا ان پر کچھ خرچ کیا تو وہ عام نوعیت کا صدقہ تھا۔ صدقہ زکوٰۃ نہ تھا، یہی بات علامہ محمود محمد خطاب السبکی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ((فاما دفع الزکوٰۃ والواجبۃ الیھا فلا یجوزہ نھا حق للمسلم لا تصرف لغیرہ المنھل العذب المورود)) (شرح سنن ابی داؤد ص ۳۱۶ ج ۹) ''زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے، کسی غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی۔''

تیسرا مسلک:

یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے، اگر اس کی ضرورت پیش آجائے، تو پھر مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دیا جاسکتا ہے، یہ مسلک بھی بہت سے ائمہ وفقہاء کا اختیار کردہ ہے، ہمارے نزدیک بھی اقرب الی الصواب یہی مسلک ہے، چنانچہ علامہ سید سابق مصری فرماتے ہیں:
((الظاھر جواز التالیف عند الحاجۃ الیہ)) (فقہ السنۃ ص ۳۹۰ ج ۱)

''عند الضرورت مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے۔''

علامہ رشید رضاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ھذا ھوا لحق فی جملۃ)) (تفسیر المنار ص۵۷۷ ج۱۰)

''حق بات یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی موجود ہے۔''

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف وامت برکاتہم فرماتے ہیں:

((قد اختلف فی ھذا الھم ھل ھو باق ام نسخ فالاکثرون علی الاول والحنفیۃ الی الثانی والحق البقاء)) (التعلیقات السلفیہ شرح نسائی ص۲۹۴ ج۱)

''یعنی مؤلفۃ القلوب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حصہ اب بھی باقی ہے، یا منسوخ ہوگیا ہے، اکثر ائمہ دین کا خیال ہے کہ یہ حصہ اب بھی باقی ہے، صرف علماء احناف کا خیال ہے کہ منسوخ ہوچکا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حصہ ابھی بھی باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔''

رہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تو وہ اس حد تک تو صحیح معلوم ہوتی ہے، کہ جب تک حکومت کے پاس دوسری مدات آمدنی سے کافی مال موجود ہو تو اسے تالیف قلب کی مد پر زکوۃ کا مال صرف نہ کرنا چاہیے۔ لیکن جب زکوۃ کے مال سے اس کام میں مدولینے کی ضرورت پیش آجائے، تو پھر یہ تفریق کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے فاسقوں پر صرف کیا جائے، اور کافروں پر نہ کیا جائے، اس لیے کہ قرآن میں مؤلفۃ القلوب کا جو حصہ رکھا گیا ہے، وہ ان کے ایمان کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ اسلام کو اپنے مصالح کے لیے ان کی تالیف قلب مطلوب ہے، اور وہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی تالیف قلب صرف مال ہی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے، یہ حاجت اور صفت جہاں بھی متحقق ہو وہاں امام المسلمین بشرط ضرورت زکوۃ کا مال صرف کرنے کا از رائے قرآن مجاز ہے، علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

((اقول، واذا کانت کلمۃ ''المؤلفۃ قلوبھم ''تشتمل الکافر والمسلم ففیھا دلیل علی جواز تالیف الکافر واعطائہ من الزکوۃ)) (فقہ الزکوۃ ص۵۹۷ ج۲)

''یعنی المؤلفۃ قلوبہم کے الفاظ عام ہیں مسلمان اور کافر دونوں اس میں شامل ہیں، لہٰذا اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ زکوۃ کے مال سے کافر کی تالیف کی جاسکتی ہے۔''

باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے اگر اس مد سے کفار کو کچھ نہیں دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس دوسری مدات کا مال موجود تھا، یہ بات نہیں تھی کہ آپ زکوۃ کے مال سے کفار کی تالیف قلب جائز نہیں سمجھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو آپ اس کی وضاحت فرمادیتے۔

حضرت علامہ وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یعنی:

((ولاتدفع الی ذمیِّ وحربی الا للتالیف)) (کنز الحقائق ص۴۶)

''ذمی اور حربی کافر کو زکوۃ نہ دی جائے، ہاں تالیف قلب کے طور پر دی جاسکتی ہے۔''

اب یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیر بحث مصرف کے سلسلے میں مال صرف کرنے کا حق رب المال کو اپنے طور پر حاصل ہے یا یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق جہاں چاہے صرف کرے، سو اس میں علماء کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک تو یہ ہے کہ یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے، ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے خیال کے مطابق جس کو چاہیے، تالیف قلب کے طور پر اپنی زکوۃ دے دے، جمہور امت کی یہی رائے ہے، علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

((ان جواز التالیف وتقدیر الحاجۃ مرجعہ الی اولی الامر من المسلمین)) (فقہ الزکوۃ ص۶۰۸)

''تالیف قلب اور اس کی ضرورت کا اندازہ لگانا یہ کام صرف مسلمانوں کے اولی الامر ہے (حکام) کا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء میں اس کام کو سر انجام دیتے رہے ہیں، کیونکہ اس کا تعلق ہے بھی ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی سے بدیں وجہ یہ کام ہر شخص کے کرنے کا نہیں ہے، لیکن اگر کسی ملک کا نظام اسلامی نہ ہو یا زکوۃ اکٹھی کرنے کا اہتمام حکومت نہ کرے، تو پھر ایسے حالات میں وہاں کوئی دینی جماعت اگر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے کر چلائے، تو بھی ٹھیک ہے، لیکن جہاں زکوۃ کے مال سے

کافر کی تالیف قبل کرسکتا ہے، یا نہیں اس سلسلے میں علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

((الرائی عندی انہ لایجوزلہ ذالک الا اذالم یجد مصرفا آخر)) (فقہ الزکوۃ ص۶۰۸ ج۲)

''یعنی جب دوسرا کوئی مصرف موجود ہو تو پھر کافر کی تالیف قلب پر زکوۃ کو صرف کرنا جائز نہیں۔''

ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ مثال کے طور پر بعض وہ مسلمان جو غیر مسلم ممالک میں رہتے ہیں، اور وہاں کوئی مسلمان آدمی زکوۃ کا مستحق نہ ملے، اور وہاں بعض غیر مسلموں

کی تالیف قلب کر کے ان کے دل اسلام کی طرف اگر مائل کیے جا سکتے ہوں، تو ایسی صورت میں اگر کافر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ایسے مقامات میں زکوٰۃ کے فنڈ کو اسلام کی اشاعت پر خرچ کرنا چاہیے، شرح الازہار ص ۵۱۳ ج ۱ میں ہے :

((ان التالیف جائز للامام فقط لمصلحة۔ دینیة واما لغیره فلا یجوز))

''دینی مصلحت کے لیے تالیف قلب کے لیے صرف امام المسلمین کا حق ہے، کسی دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔''

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رب المال کے لیے بھی جائز ہے کہ تالیف قلب کے سلسلے میں از خود بھی زکوٰۃ کا مال صرف کر سکتا ہے، یہ رائے یہ فرقہ کے بعض لوگوں (۱) کی ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۸ جلد نمبر ۲)

(۱) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی معلوم ہوتی ہے، دیکھئے السیل الجرار ص ۵۸ ج ۲ (ع، ح)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 7 ص 336-344

محدث فتویٰ